# توثیقِ حدیث سے متعلق اختلافِ محدثین واحناف کے نمایاں اسباب کا تقابلی جائزہ

# A comparative study of Muhaddithin & Akhnaaf's prominent reasons of disagreements concerning declaration of Hadith's authenticity

سعید احمد*

## Abstract

*The exercise of checking authenticity of Hadith had been started from the era of the companions of Prophet Muhammad ﷺ. This continued for ages and lastly ended up by emerging the two different approaches for declaration of Hadith's authenticity. One of them is the approach of Muhaddithin and the other one is approach of Akhnaaf. Each one of them declares the Hadith unacceptable (Daif) or Authentic according to their prescribed rules. Although most of these rules are agreed by both of them yet disagreement also happens in some of them. Hence, sometime one Hadith becomes authentic with Muhaddithin and unacceptable (Daif) with Akhnaaf and vice versa. This makes the same Islamic command lawful with Muhaddithin and unlawful with Akhnaaf and vice versa. In this research paper the comparative study of the famous reasons of their disagreement for example: different condition for being Hadith authentic, different views regarding Shuzooz and Ilat, different conditions of Khabr e Wahid for being it acceptable and disagreement in proof of Hadith's words etc. have been presented.*

**Keywords:** *Authenticity, Hadith, Muhaddithin, Akhnaaf, Reasons of Disagreement*

**توثیقِ حدیث کا مطلب:**

توثیق باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو مضبوط کرنا۔ اور اگر اس فعل کی نسبت کسی مرد کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے معتبر قرار دینا۔[1] جبکہ اصطلاحی لحاظ سے توثیقِ حدیث کا مطلب، علماء کے وضع کردہ اصول وضوابط کی عملی تطبیق سے حدیث کے اتصال اور نسبت کو ثابت کرنا اور اس بات کا اظہار ہے کہ بیان حدیث میں دیانت داری سے کام لیا گیا ہے اور کسی قسم کی کمی وزیادتی اور تحریف نہیں کی گئی۔[2] لیکن عام طور پر ثقہ کا لفظ ناقدین حدیث راوی کی اہلیت کو بیان کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ڈاکٹر رفعت فوزی کے بقول دوسری صدی ہجری میں امام محمد بن حسن شیبانی نے اپنی کتاب "الحجہ" میں اس لفظ کو احادیث کے لیے استعمال کیا۔ وہ فرماتے ہیں: "قد جاءت في الوتر أحاديث مختلفة، فأخذنا بأوثقها"۔[3] وتر کے بارے میں مختلف احادیث آئی ہیں لیکن ہم نے ان میں سے انتہائی معتمد احادیث کو لیا ہے۔ البتہ اب اس لفظ کا استعمال عام ہے اور توثیق سے راقم کی مراد بھی محدثین اور احناف کے طے کردہ وہ اصول وضوابط ہیں جو انہوں نے حدیث یا سنت کی تشریعی حیثیت کو جاننے کے لیے وضع کیے ہیں۔ جن میں سے بعض اختلافی بھی ہیں۔ محقق اس پرچے میں اس اختلاف کے نمایاں اسباب کا مختصر تقابلی جائزہ پیش کرے گا۔

* پی ایچ ڈی سکالر، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا، (saeedahmed78640@gmail.com)۔

**پہلا سبب: صحت حدیث کی شروط کا اختلاف:**

محدثین کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے کے لیے پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ جن میں سے دو شرائط راوی کے لیے ہیں کہ وہ عادل و ضابط ہو اور تین حدیث کے لیے ہیں کہ اس کی سند متصل ہو، شاذ اور معلل نہ ہو۔[4] جبکہ احناف کے نزدیک راوی کے لیے عمومی شرائط چار ہیں عقل، اسلام، ضبط اور عدالت۔[5] ان میں اتصال سند شامل نہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایسی حدیث جس میں محدثین اور احناف کی باقی تو ساری مطلوبہ شرائط موجود ہوں لیکن اس کی سند میں انقطاع ہو تو احناف کے نزدیک وہ قابل استدلال ہو گی لیکن محدثین کے نزدیک مقبول نہیں ہو گی بلکہ مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ بن کر ضعیف ہو جائے گی اور قابل حجت نہیں رہے گی اس لیے کہ ان کے نزدیک ابتداء سند سے لے کر انتہاء سند تک اتصال ضروری ہے۔ اور مرسل میں اتصال نہ ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں ہو گی۔

امام مسلم فرماتے ہیں:

> "ہمارے اصل قول کے مطابق اور اہل علم کی رائے کے مطابق مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔ جبکہ احناف کے نزدیک قرون ثلاثہ کی مراسیل مطلقاً مقبول ہیں۔"[6]

ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

> "وبهذا عُلم أن كون الراوي يرسل عن الثقات وغيرهم جرح في مرسل من هو دون القرون الثلاثة وأما أهل القرون الثلاثة فمرسلهم مقبول عندنا مطلقا"[7]

اور اسی سے معلوم ہوا کہ راوی کا ثقات و غیر ثقات سے روایت کرنا، قرن ثانی و ثالث کے علاوہ راویوں کے لے جرح کا سبب ہے۔ لیکن قرون ثلاثہ کے مرسل راویوں کی مرسل روایات مطلقاً مقبول ہیں۔ جب مرسِل ثقہ ہو اور ثقہ سے ارسال کرے تو اس کی مرسل روایت حجت ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ابو العالیہ تابعی کی حدیثِ ضحک[8] محدثین کے نزدیک مرسل ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے[9] جبکہ احناف نے قرون ثلاثہ کے مرسَل ہونے کی وجہ سے قبول کیا ہے اور کہا ہے کہ نماز میں قہقہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

**دوسرا سبب: شذوذ و علت کے مختلف اعتبارات:**

محدثین واحناف کے نزدیک حدیث کا شذوذ اور علت سے محفوظ ہونا بھی صحت حدیث کے لیے شرط ہے۔ لیکن دونوں کے شذوذ و علت کے مختلف اعتبارات کی وجہ سے بعض احادیث ایک فریق کے ہاں مقبول جبکہ دوسرے فریق کے نزدیک ناقابل قبول ٹھہرتی ہیں۔ امیر صنعانی فرماتے ہیں: صحت حدیث کی فقہاء کی اصطلاح محدثین کی اصطلاح سے مختلف ہے اس لیے کہ محدثین حدیث کے صحیح ہونے کے لیے مطلق علت سے خالی ہونا شرط لگاتے ہیں جبکہ فقہاء کے نزدیک علت قادحہ سے خالی ہونا ضروری ہے۔[10]

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

1. تابعی سے ایک ہی حدیث کو دو عادل وضابط راوی روایت کریں لیکن دونوں میں تابعی کے شیخ یعنی صحابی الگ الگ ہوں تو محدثین ایسی روایت کو تابعی کے شیخ میں اختلاف کی وجہ سے معلل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مضطرب روایت ہے جو کہ عدم ضبط کی دلیل

ہے جبکہ فقہاء یا اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس تابعی نے دو صحابہؓ سے اس حدیث کو سنا ہو لہٰذا اگر کوئی اور مانع نہ ہو اور کوئی قرینہ بھی موجود ہو تو ایسی روایت کو قبول کیا جائے گا۔ امام سخاوی محدثین اور فقہاء کے درمیان اختلافی امور کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: محدثین اور احناف کے درمیان محل اختلاف ایک وہ روایت بھی ہے جس کو دو عادل وضابط راوی ایک ہی تابعی سے روایت کریں لیکن دونوں کی روایت میں شیخ تابعی یعنی صحابی مختلف ہو تو فقہاء یا اکثر محدثین کے نزدیک دونوں صحابہؓ سے امکان سماع کی وجہ سے اگر کوئی اور مانع نہ ہو اور دونوں صحابہ سے سماع کا قرینہ بھی موجود ہو تو حدیث مقبول ہو گی۔[11]

2. اگر حدیث مرفوع کسی دوسری سند سے موقوفاً یا مرسلاً بھی مروی ہو تو محدثین ایسی روایت کو معلل قرار دیتے ہیں اس لیے کہ ممکن ہے راوی نے حدیث موقوف کو غلطی یا لاعلمی کی وجہ سے مرفوعاً بیان کر دیا ہو۔ جبکہ فقہاء ایسی روایت کو قبول کرتے ہیں اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ راوی کو جب روایت کی صحت کا یقین ہے تو کبھی اس کو بطور فتویٰ بیان کر دیا ہے اور کبھی بطور حدیث بیان کر دیا ہے۔[12]

3. جب راوی اپنے شیخ سے کسی امر کو ثابت کرے اور اس سے زیادہ حفظ وضبط والے رواۃ یا اکثر رواۃ یا اس شیخ کی کثیر صحبت حاصل کرنے والا راوی اس کی نفی کرے تو محدثین اس کو شاذ کا نام دیتے ہیں اس لیے کہ راوی اپنے سے ارجح راوۃ کی مخالفت کر رہا ہے اور دونوں روایات کو جمع کرنا ممکن نہیں۔ تو ایسی روایت شرائط صحت کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہو گی۔ جبکہ فقہاء کی رائے کے مطابق مثبت روایت نافی پر مقدم ہوتی ہے لہٰذا ایسی روایت مقبول ہو گی۔[13]

**تیسرا سبب: خبر واحد کی صحت کے لیے شرائط کا اختلاف**

**خبر واحد کی تعریف:**

محدثین کے نزدیک خبر واحد وہ حدیث ہے جس میں متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں۔[14] جبکہ احناف خبر واحد ایسی روایت کو کہتے ہیں جس کے نقل کرنے والے خبر مشہور کو نقل کرنے والے رواۃ کی حد تک نہ پہنچیں اس لیے ان کے نزدیک حدیث کی ابتداءً تین قسمیں ہیں متواتر، مشہور اور خبر واحد۔ فخر الاسلام بزدوی خبر واحد کی تعریف کرتے ہیں: خبر واحد وہ ہے جس کو ایک، دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں۔ اس میں رواۃ کی تعداد کا کوئی اعتبار نہیں سوائے اس کے رواۃ کی تعداد مشہور یا متواتر کی تعداد کو نہ پہنچے۔[15]

**خبر واحد کی شرائط:**

محدثین نے خبر واحد کی صحت کے لیے وہی پانچ شرائط رکھی ہیں جو کہ حدیث صحیح کے لیے ہیں کہ راوی عادل وضابط ہو، سند متصل ہو اور روایت معلل وشاذ نہ ہو جبکہ احناف نے کچھ ایسی شرائط مقرر کی ہیں جن کا محدثین نے اعتبار نہیں کیا۔ بطور مثال ملاحظہ فرمائیں:

**1. خبر واحد امر عام سے متعلق نہ ہو۔**

احناف نے خبر واحد کی صحت کے لیے ایک شرط یہ لگائی ہے کہ وہ ایسے امر سے متعلق نہ ہو جس کا وقوع عام ہو بار بار لوگوں کو اس کی ضرورت پڑتی ہو کیونکہ کسی بھی حکم کو تمام مسلمانوں پر بطور فرض، واجب یا حرام کے، نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو پورے اہتمام کے ساتھ بیان کیا جائے کیونکہ اس کی ضرورت عام ہے، اس کا وقوع بار بار ہے تو اس کی شہرت کے ساتھ منقول ہونے

کے اسباب زیادہ ہیں۔ اور آپ ﷺ نے ایسے احکام کے لیے چیدہ چیدہ لوگوں کو مخاطب نہیں کیا بلکہ اُن کو سرِعام بیان کیا ہے تاکہ وہ سب لوگوں تک پہنچ جائیں۔ لہٰذا کوئی بھی ایسا حکم جو عام نوعیت کا ہو لیکن اس کو بیان کرنے والے درجہ شہرت کو نہ پہنچیں تو کہا جائے گا کہ یا تو یہ حکم منسوخ ہے یا رواۃ سے کوئی تسامح ہوا ہے۔[16]

**امام محمد کی وضاحت:**

امام محمد، کتاب "الحجة على اهل المدينة" میں حضرت عمرؓ سے مروی ایک روایت کہ: انہوں نے سورۃ الحج میں دو سجدے کیے، پر نقد کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ سے اسی طرح مروی ہے حالانکہ کہ ہمارے ہاں عام لوگوں کا عمل اس پر نہیں ہے اور یہ روایت تو صرف ایک مصری شخص نے اُن سے روایت کی ہے اگر اُن کا یہ عمل معروف و مشہور ہوتا تو آپ کے ساتھ مدینہ میں رہنے والے لوگ اس کو ضرور جانتے اور یہ روایت مشہور ہو چکی ہوتی۔[17] باقی ائمہ احناف نے بھی اسی شرط کو اختیار کیا ہے۔[18]

**ثمرہ اختلاف:**

خبر واحد کی صحت کے لیے محدثین اور احناف کے اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا کہ محدثین نے مس ذکر سے وضو کے متعلق طلق بن علیؓ کی روایت[19] کہ آپ ﷺ سے نماز کے دوران مس ذکر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اس عضو کو جسم کا ایک حصہ قرار دے کر وضو ٹوٹنے کی نفی کی، کو چھوڑ بسرہ بنت صفوانؓ کی روایت[20] کہ جب کوئی مس ذکر کرے تو وضو کرے، کو قبول کیا ہے جبکہ احناف نے اس روایت کو چھوڑ کر طلق بن علیؓ کی روایت کو قبول کیا ہے اس لیے کہ بسرہ بنت صفوانؓ کی روایت خبر واحد ہے جو کہ ایک عام امر سے متعلق ہے اور خبر واحد سے ایسا امر ثابت نہیں ہو سکتا۔

**2. خبر واحد کا راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرے نہ ہی فتویٰ دے۔**[21]

احناف نے محدثین کے برعکس خبر واحد کی صحت کے لیے ایک یہ شرط بھی لگائی ہے کہ اس روایت کے راوی یعنی صحابیؓ سے کسی قسم کی مخالفت، قولی نہ ہی عملی ظاہر ہو، اور اگر مخالفت ظاہر ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ وہ روایت کے بعد تھی تو یہ ان کے نزدیک حدیث کے لیے قادح ہو گی۔ اس لیے کہ اگر اس کی مخالفت حق ہے کہ اُس نے روایت کے نسخ کو جان کر یا حدیث کے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے کی ہے تو ظاہر ہے کہ حجیتِ حدیث باطل ہو جائے گی اور اگر اس کی مخالفت باطل پر مبنی ہے کہ اس نے لاپرواہی میں یا بھول کی وجہ سے یا حدیث کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایسا کیا ہے تو پھر بھی اس کی روایت ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس سے یہ معلوم ہو گا کہ وہ عادل نہیں، فاسق ہے یا اس سے اس کی غفلت ثابت ہو گی تو دونوں باتیں قبول روایت کے لیے مانع ہیں۔ پھر وہ راوی سے حسن ظن کو واجب سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت کو اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ اب اس کو اس روایت کے نسخ کا علم ہوا ہے یا اس کی مخالفت حدیث میں مذکورہ کام کے استحباب کو بتانے کے لیے ہے۔ اور اگر راوی کی مخالفت، روایتِ حدیث اور حدیث کے اُس تک پہنچنے سے پہلے کی ہے تو یہ حدیث کے لیے قادح نہیں ہے اور اب اس کی روایت کو اُس سے حسن ظن رکھتے ہوئے اپنے مذہب سے رجوع تصور کیا جائے گا۔ اور اگر اُس کی مخالفت کی تاریخ معلوم نہ ہو سکے کہ روایت حدیث اور بلوغ حدیث سے پہلے اُس نے مخالفت کی ہے یا بعد میں تو پھر حدیث کی حجیت ساقط نہیں ہو گی اس لیے کہ حدیث یقینی طور پر حجت ہے شک کی بناء پر اس کی حجیت ساقط نہیں ہو گی اس وجہ سے کہ اگر مخالفت، روایت اور بلوغ حدیث سے پہلے کی ہے تو حدیث یقیناً حجت ہے اور اگر مخالفت، اس کے بعد کی ہے

تو اس کی بات حجت نہیں ہوگی اور اصل یعنی روایت پر عمل کیا جائے گا کیونکہ جب تک مخالفت کی تاریخ معلوم نہ ہو تو دونوں وجوہات میں سے احسن پر عمل کرنا واجب ہے۔[22]

اور حقیقت یہ ہے کہ احناف نے یہ شرط صحابہؓ کے ساتھ حُسن ظن کی وجہ سے لگائی ہے اس لیے کہ امت کا ان کی عدالت پر اجماع ہے لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ وہ بغیر کسی دلیل کے اپنی بیان کردہ حدیث کی مخالفت کرے لیکن جب وہ مخالفت کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے نزدیک سابقہ بیان کردہ روایت کا نسخ ثابت ہوا ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انسان بھول سکتا ہے لیکن یہ ایک وہم ہی ہے۔

طحاوی اسی اصول کو اپناتے ہوئے اپنی کتاب "شرح معانی الآثار" میں ابن عمرؓ کی رفع یدین والی روایت اور پھر ان کے ترک رفع کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ ابن عمرؓ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد رفع یدین ترک کر دیا۔ تو یہ اسی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس اس کے عمل کے منسوخ ہونے کا ثبوت آ گیا ہو گا جو ان پر رفع یدین کو چھوڑنے کے لیے دلیل بن گیا ہو گا۔ امام طحاوی نے ابن عمرؓ کی روایت رفع یدین اور پھر ان کے ترک کے عمل سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اِنہوں نے اس لیے رفع یدین کو ترک کر دیا تھا کہ ان کو رفع یدین کے نسخ کا علم ہو چکا تھا۔[23]

**خلاصہ:**

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ احناف کے ہاں اس شرط میں دو باتیں اہم ہیں: ایک یہ کہ معلوم کیا جائے کہ صحابیؓ کا اپنی روایت کے خلاف عمل یا فتویٰ اُس کی روایت کے بعد ہو ورنہ حدیث کو مقدم کیا جائے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ صحابیؓ کی مخالفتِ روایت کی صورت میں ضروری نہیں کہ اُس روایت کو نسخ پر ہی محمول کیا جائے بلکہ کسی بھی مناسب محمل پر اُس کو محمول کیا جائے گا۔ جس کا حقیقی مقصد صحابیؓ سے مخالفتِ حدیث کی تہمت کو دور کرنا ہے۔

اس کے برعکس محدثین کا موقف یہ ہے کہ راوی کے اپنی روایت کے موافق عمل یا فتویٰ سے نہ تو صحت حدیث کا حکم معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی رواۃ کی تعدیل ہوتی ہے اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس نے یہ احتیاطاً کیا ہو یا کسی اور موافق دلیل کی وجہ سے کیا ہو۔ ایسے ہی اس کا اپنی روایت کے خلاف، عمل یا فتویٰ نہ تو حدیث کے لیے قادح ہے اور نہ ہی اس کے رواۃ کے لیے۔ اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس نے یہ کام کسی اور مانع کی وجہ سے کیا ہو۔ اور راوی کے اپنی روایت کے خلاف عمل سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی رائے کو لیا جائے اور روایت کو چھوڑ دیا جائے اس لیے کہ معتبر روایت ہے نہ کہ اس کی رائے۔[24] امام الحرمین، امام شافعی کی طرف مذکورہ موقف کو منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: صحابی جب کوئی خبر روایت کرے اور پھر عمل اس کے خلاف کرے تو امام شافعی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس کی روایت کا اعتبار ہو گا نہ کہ عمل کا۔[25]

شارح برھان ابیاری اپنی کتاب "التحقیق والبیان" میں مذکورہ موقف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شیخ نے کہا کہ جو امام شافعی نے بات کی ہے یہ اصول کے مطابق ہے اس لیے کہ خبر حجت ہے اور اعمال صحابہ پر جب اجماع منعقد نہ ہو تو وہ حجت نہیں ہیں اور حجت کو ایسی چیز کی وجہ سے چھوڑنا جو حجت نہیں ہے، بہت مشکل ہے۔ مذکورہ صورت میں صحابی کے عمل کو چھوڑنے کی وجہ یہ ہے کہ اعمال صحابہ حجت نہیں الا یہ کہ ان پر اجماع قائم ہو جائے تو حجت کو چھوڑ کر غیر حجت کو اپنانا بہت مشکل ہے۔[26]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: جب صحابی آپ ﷺ سے کوئی حدیث روایت کرے پھر اسی صحابی سے اس کے خلاف مروی ہو تو اس کی روایت کو لینا اور اس کے فعل اور فتویٰ کو چھوڑنا مناسب ہے اس لیے کہ ہم پر اس کی روایت کردہ نبی ﷺ کی بات کو قبول کرنا واجب ہے نہ کہ اس کی رائے کو قبول کرنا۔[27]

**راوی کی مروی پر ترک عمل کی وجوہات:**

محدثین کہتے ہیں کہ راوی کے اپنی مروی پر ترک عمل کی اس کے علاوہ بھی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جو احناف نے بیان کی ہیں۔

1. ممکن ہے کہ راوی حدیث بھول گیا ہو۔
2. فتویٰ دیتے وقت اس کو حدیث یاد نہ ہو۔
3. وہ متعلقہ مسئلہ میں اس حدیث کی دلالت کو نہ سمجھ سکا ہو۔
4. کوئی مرجوح تاویل کی ہو۔
5. اس کے گمان کے مطابق اپنی مروی کے خلاف کوئی اور حدیث موجود ہو حالانکہ حقیقت میں وہ اس کے معارض نہ ہو۔
6. وہ اپنے علاوہ اپنے فتویٰ میں کسی اور کی تقلید کرے یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ اس سے اَعلم ہے یا اس وجہ سے کہ اِس سے اپنے اقوی کی مخالفت لازم آتی ہے۔

اگر مذکورہ بالا تمام احتمالات کی نفی بھی کر دی جائے تو پھر بھی راوی معصوم نہیں ہے اور اس کی اپنی حدیث کی مخالفت سے اس کی عدالت بھی ساقط نہیں ہوتی۔[28] لہذا جب دو روایتوں میں سے ایک روایت کو چھوڑنا ہی ہے تو صحابی کی روایت بنسبت نبی کی بات کے زیادہ حقدار ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ ہمارے اوپر نبی ﷺ کی بات کو قبول کرنا فرض ہے نہ کہ صحابی کی موقوف روایت کو۔[29]

**ثمرہ اختلاف:**

محدثین اور احناف کے اس اختلاف کا ثمرہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محدثین نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت[30] کہ جب کتا کسی برتن سے پانی پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھویا جائے گا، کو قبول کیا ہے اور متاثرہ برتن کو سات مرتبہ دھونے کو ضروری قرار دیا ہے اور ان کے تین مرتبہ دھونے والے فتویٰ[31] کو قبول نہیں کیا اس لیے کہ روایت ان کے فتویٰ سے زیادہ اولیٰ ہے۔ جبکہ احناف ان کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں جس کا مقصد صحابیؓ سے مخالفتِ حدیث کی تہمت کو دور کرنا ہے۔

**چوتھا سبب: عمومی شرائط کی کیفیت ثبوت کا اختلاف:**

محدثین اور احناف کے نزدیک خبر واحد کی صحت کے لیے جو شرائط مشترک ہیں، آگے ان کی کیفیت ثبوت میں بھی اختلاف ہے بطور مثال ملاحظہ فرمائیں:

- **عدالت کی کیفیت ثبوت کا اختلاف:**

محدثین اور احناف کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا ثقہ راوی کا کسی سے روایت لینا اس کی تعدیل ہے؟ یا اس کی عدالت کے بارے صریح الفاظ بولنا اور اہل جرح و تعدیل کے اقوال تلاش کرنا ضروری ہے؟ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص عادل ہے اس لیے کہ اس سے

مالک یا زہری نے روایت کی ہے یا وہ بخاری و مسلم کے رجال میں سے ہے۔ احناف کے نزدیک ثقہ راوی جب صراحتاً کسی راوی کا نام لے کر اس سے حدیث بیان کرے تو یہ اس کی تعدیل ہو گی جبکہ محدثین کے نزدیک یہ اس وقت تعدیل شمار ہو گی جب ثقہ راوی صرف عادل ہی سے روایت کرتا ہو۔ اب جن کے نزدیک ثقہ راوی کی روایت راوی کے لیے تعدیل ہے انہوں نے اس کی روایات کو قبول کیا ہے اور ان سے مستنبط مسائل پر بھی عمل کیا ہے اور جن کے نزدیک تعدیل نہیں ہے انہوں نے اس کی روایات قبول کیں نہ ہی ان سے مستنبط احکامات کو قبول کیا ہے۔

- **کیا تعدیل مبہم ثبوت عدالت کے لیے کافی ہے؟**

اگر ثقہ راوی کہے کہ مجھے ثقہ راوی نے بیان کیا ہے۔ مثلاً امام مالک کہیں کہ مجھے ثقہ یا عادل شخص نے بیان کیا ہے تو کیا یہ اس راوی کی تعدیل شمار ہو گی یا اس کا نام لینا ضروری ہے؟ محدثین کے نزدیک یہ تعدیل نہیں کہلائے گی۔ حافظ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں کہ راوی کا نام ذکر کیے بغیر صرف یہ قول کہ مجھے ثقہ نے بیان کیا ہے، کافی نہیں ہے۔[32] امام شوکانی نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے۔[33] جبکہ احناف کے نزدیک قرون ثلاثہ کے رواۃ کے لیے اس قسم کی تعدیل، تعدیل شمار ہو گی اس لیے کہ ان کے نزدیک جب قرون ثلاثہ کے مجہول روای کی روایت مقبول ہے تو یہ تو تعدیل ہے جو کہ بدرجہ اولیٰ مقبول ہو گی لیکن بعد کے رواۃ کے حق میں یہ تعدیل نہیں کہلائے گی۔ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں: جب حدثنی الثقۃ کہنے والا راوی خود ثقہ ہو تو ہمارے مذہب کے مطابق مناسب یہ ہے کہ اس قسم کی تعدیل قرون ثلاثہ کے رواۃ کے حق میں قبول کی جائے اس لیے کہ ان زمانوں کا مجہول راوی حجت ہے تو جس کی تعدیل مجہول صیغہ کے ساتھ ہو تو وہ قبولیت کے زیادہ لائق ہے لیکن قرون ثلاثہ کے بعد کے رواۃ کے لیے اس قسم کی تعدیل قبول نہیں۔[34] اب جس نے ایسی تعدیل کو قبول کیا ہے اس نے اس کی روایات کو بھی قبول کیا ہے اور جس نے قبول نہیں کیا تو اس نے ایسے شخص کی روایات کو قبول کرنے میں توقف سے کام لیا ہے یہاں تک کہ اس کی عدالت واضح ہو جائے۔

- **ضبط راوی کے معیار کا اختلاف**

ضبط دو چیزوں کا باہم ایسا ربط ہے کہ وہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ اور "ضبط الشئ" کا مطلب ہے کسی چیز کا پختہ یاد ہونا۔ اور "فلان لا یضبط عملہ" اس وقت کہا جاتا ہے جب انسان ایک ایسے کام سے عاجز آجائے جو اس کو سونپا گیا تھا۔[35] محدثین نے ضبط کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ضبط قلبی اور ضبط کتابی۔ ضبط قلبی یہ ہے کہ: راوی نے جو کچھ سنا ہے اس قدر پختہ ہو جائے کہ وہ جب چاہے اسے ادا کر دے۔ اور ضبط کتابی یہ ہے کہ راوی کا روایت کو سننے اور درست کرنے کے بعد اپنے پاس محفوظ رکھنا تا آنکہ دوسرے راوی تک پہنچا دے۔[36] جبکہ احناف ضبط کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ کلام کو کماحقہ سننا، اس کے معنی کو سمجھنا اور انتھک کوشش سے اس کو یاد رکھنا بار بار اس کو دوہرانا اور پھر اس کو یاد رکھنے پر ثابت قدم رہنا کہ اس میں بیان کردہ حکم پر عمل کرنا اور اس کا مذاکرہ کرتے رہنا اس لیے کہ عدم مذاکرہ سے انسان بھول جاتا ہے اور دوسروں کو پہنچانے تک اِسی طرح سے اُس کو یاد رکھنا۔ سرخسی فرماتے ہیں: ضبط کہتے ہیں کسی چیز کو یقین کے ساتھ اور مکمل طور پر حاصل کرنے کو اس طرح کہ خبر کو کماحقہ سنا جائے پھر اس کے معنی مرادی کو سمجھا جائے پھر انتہائی اہتمام کے ساتھ اس کو یاد رکھا جائے اور اس کی حفاظت کی حدود و حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔[37]

احناف نے ضبط کی دو قسمیں ہیں: ظاہر و باطن۔[38] ضبطِ ظاہر یہ ہے کہ راوی کو حدیث کا متن اور اس کا معنی لغوی اعتبار سے اچھی طرح یاد ہو۔ اور ضبط باطن یہ ہے کہ راوی اس کا معنی و مفہوم فقہی و شرعی لحاظ سے بھی اچھی طرح سے سمجھتا ہو، الغرض راوی فقیہ ہو۔ لیکن راوی کے لیے ضبطِ ظاہر ہی مشروط ہے ضبط باطن شرط نہیں البتہ وجہ ترجیح اور تکمیل ضبط ضرور ہے۔[39] ضبط ظاہر کے نہ ہونے کی وجہ سے اس شخص کی خبر حجت نہیں بن سکتی جو پیدائشی طور پر اکثر غفلت کا شکار ہو، یا غلطیاں کرتا ہو یا اندازے سے بات کرتا ہو۔[40] اور ضبط باطن کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک غیر فقیہ راوی کی روایت جب فقیہ راوی کی روایت سے متعارض ہو تو احناف اصولیوں کے نزدیک فقیہ راوی کی روایت کو ترجیح حاصل ہو گی۔

**ضبط راوی کی پہچان اور معیار:**

ضبط راوی ایک اتفاقی شرائط میں سے ہے لیکن اختلاف اس معیار میں ہے جس سے راوی کے ضبط کا کامل و ناقص ہونا معلوم ہوتا ہے۔ محدثین کے نزدیک ضبط راوی کو جانچنے کا ایک معیار یہ ہے کہ اس کی روایات ضبط و اتقان کے ساتھ معروف رواۃ کی روایات کے ساتھ موافقت رکھتی ہوں اگرچہ یہ موافقت معنوی ہی کیوں نہ ہو یا پھر اکثر اوقات موافق ہوں اور مخالفت بہت کم ہو تو ایسے روای کو ضابط سمجھا جائے گا۔ اور اگر اس کی مخالفت زیادہ ہو تو اس کے ضبط کو ناقص سمجھا جائے گا اور اس کی روایات قابل استدلال نہیں رہیں گی۔ لہذا جس کی خطائیں زیادہ ہوں وہ محدثین کے نزدیک متروک سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ عادل ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ یہ اس بات کی دلالت ہے کہ وہ ضابط نہیں۔ دوسرا معیار یہ ہے کہ اس کی زبانی بیان کردہ روایات کا اس کی کتب سے موازنہ کیا جائے۔ تیسرا معیار یہ ہے کہ اس کی روایات کو تبدیل کر کے اس کا امتحان لیا جائے۔ چوتھا معیار یہ ہے کہ روایت میں کوئی ایسا قرینہ ہو جس سے اس کے عدم ضبط کا علم ہو جائے۔[41] احناف میں سے قاضی محب اللہ بہاری اور ابن ہمام نے بھی ضبط کی پہچان کے لیے دو معیار لکھے ہیں: ایک یہ کہ وہ راوی ائمہ جرح و تعدیل کے ہاں ضبط و اتقان کے ساتھ مشہور ہو۔ اور دوسرا یہ کہ اس کی تمام یا اکثر روایات اصحاب حفظ و ضبط کے روایات کے مطابق ہوں اور اس کی سیرت بھی انہی کی طرح ہو کہ جیسے اصحاب حفظ و ضبط رات و دن میں اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہیں ایسے وہ بھی رکھے تو اس کو ضابط شمار کیا جائے گا۔[42]

**خلاصہ:**

محدثین اور احناف کی ضبط کے اصطلاحی معنی و مفہوم سے متعلق مذکورہ تفصیلات سے مندرجہ ذیل فرق معلوم ہوتے ہیں:

- محدثین کے نزدیک ضابط راوی وہ کہلاتا ہے جو حدیث کے الفاظ کو کما حقہ یاد رکھے اور بعینہ آگے روایت کرے ہے جبکہ احناف کی رائے کے مطابق ضابط راوی وہ ہوتا ہے جو الفاظ کو کما حقہ یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے لغوی معانی کو بھی سمجھتا ہو۔
- محدثین کے نزدیک ضبط کامل یہ ہے کہ راوی کی روایات ضبط و اتقان کے ساتھ معروف رواۃ کی روایات کے مطابق ہوں جبکہ احناف کے نزدیک ضبط کامل یہ ہے کہ راوی، روایت کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے لغوی، شرعی و فقہی معانی بھی سمجھتا ہو۔
- احناف کے نزدیک ضبط کامل رکھنے والے راوی کی روایت کو ایسے راوی کے کی روایت کے مقابلے میں ترجیح دی جائے گا جو روایت کے لغوی، شرعی و فقہی معانی نہ سمجھتا ہو جبکہ محدثین کے نزدیک یہ کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے۔

**پانچواں سبب: الفاظ حدیث کے ثبوت کا اختلاف:**

بسا اوقات محدثین اور احناف کے درمیان اختلاف الفاظ حدیث کے ثبوت میں ہوتا ہے۔ بطور مثال ملاحظہ فرمائیں:

**اصل کا فرع کی روایت کا انکار:**

محدثین اور احناف کے درمیان اختلاف کا ایک سبب شیخ کے اپنے شاگرد کو روایت بیان کرنے سے انکار کرنا بھی ہے اس لیے کہ انکار کی صورت میں یہ اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ جس حدیث کا انکار کیا گیا ہے وہ حجت رہے گی یا نہیں؟

پھر انکار کی دو قسمیں ہیں: ایک انکار جازم ہے کہ مروی عنہ اٹل لفظوں میں انکار کردے کہ میں نے یہ حدیث کسی کو بیان نہیں کی۔ مثلاً یوں کہے کہ تو نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے یا یوں کہے: میں نے آپ کو یہ حدیث بیان نہیں کی۔ تو ایسی صورت میں تمام مذاہب کے اکثر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے مروی عنہ کے انکار سے حدیث مردود ہو جائے گی۔[43] لیکن ان دونوں کی عدالت ساقط نہیں ہو گی۔ اور دوسری قسم انکار غیر جازم ہے کہ مروی عنہ اٹل لفظوں میں انکار نہ کرے کہ میں نے یہ حدیث بیان نہیں کی۔ مثلاً یوں کہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے یہ روایت بیان کی ہے یا یوں کہے مجھے یاد نہیں۔ ایسے انکار کے بارے میں جمہور محدثینؒ، امام مالک، امام شافعیؒ اور احناف میں سے امام محمدؒ کے نزدیک متعلقہ حدیث مردود نہیں ہو گی اس لیے کہ مروی عنہ بھول بھی سکتا ہے اور اگر اس سے روایت کرنے والا شخص ثقہ ہے جو یقین کے ساتھ بیان کرتا ہے تو اس کی روایت احتمال انقطاع کی وجہ سے مردود نہیں ہو گی اس لیے کہ بہت سے اکابر محدثین ایسے تھے کہ جو احادیث کو بیان کرنے کے بعد بھول گئے کہ انہوں نے ان احادیث کو کس کس کو بیان کیا تھا۔ حافظ خطیب بغدادی نے باقاعدہ اپنی کتاب "أخبار من حدث ونسي" میں ایسے رواۃ کو جمع کیا ہے جو روایات بیان کرنے کے بعد بھول گئے۔[44]

احناف کی ایسی صورت کے بارے میں تین آراء ہیں: پہلی رائے یہ ہے کہ فرع کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی قول امام کرخی، جصاص، اور سرخسی وغیرہ کا ہے۔[45] ایک تو اس لیے کہ حدیث کے قابل عمل ہونے کی وجہ اُس کا آپ ﷺ سے اتصال ہے اور مروی عنہ کے انکار سے وہ اتصال ٹوٹ گیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مروی عنہ کے انکار کی وجہ سے راوی اور مروی عنہ کی بات میں تناقض اور تضاد پیدا ہو گیا ہے اور تناقض کے ساتھ تو روایت ثابت نہیں ہوتی اور روایت کے بغیر اتصال ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا اس کی روایت حجت نہیں بن سکے گی جیسا کہ ایک شہادت کے اوپر دوسری شہادت قابل قبول نہیں ہوتی۔[46]

دوسری رائے یہ ہے کہ فرع کی روایت مقبول ہو گی۔ امام محمدؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ اور اسی کو ابن ساعاتی، ابن ہمام، اور ابن نجیم وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔[47] ان کی دلیل یہ ہے کہ فرع ایک عادل اور ثقہ راوی ہے جو یقین کے ساتھ اصل سے روایت بیان کرتا ہے اور اصل اس کی تکذیب بھی نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اپنی بات میں یقین کے درجہ پر فائز ہے، بس صرف یہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، لہذا اس میں کوئی تعارض و تناقض نہیں ہے، تعارض تو تب ہوتا کہ جب اصل اس کی تکذیب کرتا۔ لہذا اصل کے انکار سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ اصل نے روایت ہی نہیں کی کیونکہ یہ ممکن ہے کہ فرع نے اصل سے روایت سنی ہو لیکن اصل اب بھول گیا ہو۔[48]

تیسری رائے یہ ہے کہ مروی عنہ کی رائے کا رجحان اگر نسیان کے غلبہ کی طرف ہو اس حیثیت میں کہ یہ اس کی عادت ہو کہ وہ اپنی یاد کی ہوئی چیزوں کو بھول جاتا ہو تو اس فرع کی منکر روایت کے علاوہ روایات اُس مروی عنہ سے مقبول ہوں گی۔ اور اگر اس کی رائے منکَر روایت کے بارے میں مطلقاً جہالت کی طرف مائل ہو تو اس روایت کو رد کر دیا جائے گا؛ کیونکہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی

یاد کی ہوئی چیز کو ایسے بھول جائے کہ یاد دلانے پر بھی اس کو یاد نہ آئے۔ اسی رائے کو دبوسی اور فناری نے اختیار کیا ہے اور جامع الاصول میں ابن اثیر نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔[49]

**خلاصہ:**

خلاصہ یہ ہے کہ باتفاق محدثین واحناف راوی کے انکار کی وجہ سے راوی اور مروی عنہ کی عدالت ساقط ہو گی نہ ہی اس کو سبب جرح شمار کیا جائے گا۔ اور راوی و مروی عنہ کی بالاتفاق دوسری مرویات قبول ہوں گی۔ البتہ اختلاف صرف شیخ کے انکارِ غیر جازم، نسیان اور توقف کی صورت میں ہے کہ جمہور محدثین اور امام محمد کے نزدیک حدیث پر عمل ساقط نہیں ہو گا، جبکہ اکثر احناف کے نزدیک حدیث حجت نہیں رہے گی۔

**ثمرہ اختلاف:**

اس کی مثال حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کہ آپ ﷺ نے قسم اور گواہ کے ساتھ فیصلہ صادر فرمایا[50]، ہے۔ عبد العزیز فرماتے ہیں کہ: میں نے سہیل کو یہ روایت سنائی تو انہوں نے کہا کہ ربیعۃ میرے نزدیک ثقہ ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ میں نے اس کو یہ حدیث سنائی تھی لیکن مجھے یاد نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں سہیل کا بیماری کی وجہ سے ذہن کمزور ہو گیا تھا اور وہ بعض احادیث بھول گئے تھے اور اس کے بعد سہیل اس حدیث کو ربیعۃ سے بیان کرتے تھے۔

مذکورہ اختلاف کا ثمرہ یہ نکلتا ہے کہ جمہور محدثین نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب سہیل نے اس روایت کو ربیعہ کے واسطہ سے بیان کرنا شروع کر دیا اور یہ بات اہل علم میں مشہور بھی ہو گئی اور کسی نے اس پر نکیر بھی نہیں کی تو یہ ان کی طرف سے اس حدیث کی قبولیت پر اجماع تھا۔[51] جبکہ احناف نے اس حدیث کو بوجہ انقطاع کے قبول نہیں کیا۔

**نتائج:**

مذکورہ بحث سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. حدیث کی توثیق سے متعلق محدثین اور احناف کا اختلاف ان کی مختلف وجہات نظر کا نتیجہ ہے۔
2. اس اختلاف کی ایک وجہ صحت حدیث سے متعلقہ شروط اور ان کے معانی و مفاہیم کی تعیین کا اختلاف بھی ہے۔
3. کسی امر کا علت ہونا یا نہ ہونا بھی اختلاف کا باعث ہے۔
4. خبر واحد کی استنادی حیثیت کو پرکھنے کے لیے اپنی اپنی مختلف شروط بھی وجہ اختلاف ہیں۔
5. حدیث کے نقل در نقل ہونے کی وجہ سے الفاظِ حدیث میں تبدیلیاں اور ان کے ثبوت کی کیفیات کا اختلاف بھی باعث اضطراب ہے۔

**حواشی ومراجع:**

[1] محمد بن محمد بن عبد الرزاق حسینی، ابو الفیض، مرتضی، زبیدی (متوفی:۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الھدایۃ، ج۲۶ ص ۴۵۱۔

[2] رفعت بن فوزی عبد المطلب، توثیق السنۃ فی القرن الثانی الھجری اسسہ واتجاھاتہ، مکتبۃ الخانجی مصر، اشاعت اول، ص ۲۱۔

[3] ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد شیبانی (متوفی: 189ھ)، الحجۃ علی اہل المدینۃ، تحقیق: مہدی حسن گیلانی قادری، عالم الکتب بیروت، اشاعت سوم، ۱۴۰۳ھ، ج ا ص ۱۸۲۔

[4] ابن حجر، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر ابو الفضل عسقلانی (متوفی: ۸۵۲ھ)، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، محقق: عبد اللہ بن ضیف اللہ الرحیلی، مطبعۃ سفیر ریاض، اشاعت اول، ۱۴۲۲ھ، ص ۵۵۔

[5] دبوسی، عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ ابو زید دبوسی حنفی (متوفی: ۴۳۰ھ)، تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، اشاعت اول ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱م، ص ۸۴۔ بزدوی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی (متوفی: ۴۸۲ھ)، کنز الوصول الیٰ معرفۃ الاصول، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی ص ۱۶۳۔ سرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ سرخسی (متوفی: ۴۸۳ھ)، اصول سرخسی، دار المعرفۃ بیروت، ج ۱ ص ۳۴۵۔ علاء الدین سمرقندی، علاء الدین شمس النظر ابو بکر محمد بن احمد سمرقندی (متوفی: ۵۳۹ھ)، میزان الاصول فی نتائج العقول، تحقیق وتعلیق: ڈاکٹر محمد زکی عبد البر، الدوحۃ الحدیثۃ، قطر، اشاعت اول، ۱۴۰۴ھ - ۱۹۸۴م، ص ۴۳۱۔

[6] نووی، محی الدین یحییٰ بن شرف، ابو زکریا، نووی (متوفی: ۶۷۶ھ)، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار احیاء التراث العربی بیروت، اشاعت دوم، ۱۳۹۲ھ، ج ۱ ص ۱۳۲۔

[7] ظفر احمد عثمانی تھانوی، قواعد فی علوم الحدیث، دار القلم بیروت، اشاعت سوم ۱۳۹۲ - ۱۹۷۲، ص ۱۳۸ - ۱۳۹۔

[8] ابو داود، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی سجستانی (متوفی: 275ھ)، المراسیل، تحقیق: شعیب الأرناؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ - بیروت، اشاعت اول، 1408ھ، ص ۷۵۔

[9] ابو احمد بن عدی جرجانی (متوفی: 365ھ)، الکامل فی ضعفاء الرجال، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود - علی محمد معوض، دار الکتب العلمیۃ بیروت اشاعت اول، 1418ھ 1997م، ج ۴ ص ۱۰۵۔

[10] امیر صنعانی، محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد حسنی، کحلانی ابو ابراھیم، عز الدین، (متوفی: 1182ھ)، توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الانظار، محقق: ابو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عویضۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، اشاعت اول 1417ھ / 1997م، ج ا ص ۲۰۔

[11] سخاوی، شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد (متوفی: 902ھ)، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی، محقق: علی حسین علی، مکتبۃ السنۃ مصر، اشاعت اول، 1424ھ / 2003م، ج ا ص ۳۰

[12] بدر الدین زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر زرکشی (متوفی: 794ھ)، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتبی، اشاعت اول، 1414ھ - 1994م، ج ۶ ص ۲۴۸۔ احمد بن عمر بن سالم بن احمد بن عبود ابو عمر بازمول سلفی مکی رحابی، المقترب في بیان المضطرب، دار ابن حزم للطباعۃ والنشر، اشاعت اول،، 1422ھ / 2001م۔

[13] فتح المغیث، ج ا ص ۳۰۔

[14] ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی (متوفی: ۵۰۵ھ)، المستصفیٰ، تحقیق: محمد عبد السلام عبد الشافی، دار الکتب العلمیۃ، اشاعت اول، ۱۴۱۳ھ - ۱۹۹۳م، ص ۱۱۶۔

[15] ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر عسقلانی (متوفی: 852ھ)، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، تحقیق نور الدین عتر، مطبعۃ الصباح دمشق، اشاعت سوم ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰، ص ۵۱۔

[16] کنز الوصول، ص ۱۱۲۔

[17] الفصول، ج ۳ ص ۱۱۴ - ۱۱۵، کشف الاسرار للبخاری، ج ۳ ص ۱۶ - ۱۷، التقریر والتحبیر، ج ۲ ص ۲۹۵ - ۲۹۶۔ شبیر احمد عثمانی، موسوعۃ فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم بن حجاج قشیری، تعلیقات: مفتی محمد رفیع عثمانی، تخریج وترقیم: نور البشر بن نور الحق، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان، اشاعت اول، ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۶م، ج ا ص ۳۴۔

[18] الحجۃ علی اہل المدینۃ، ج ا ص ۱۰۸۔

[19] تقویم الادلۃ، ص196، کنزالوصول، ص177، اصول سرخسي، ج1 ص368، میزان الاصول، ص334، بدیع النظام، ص175، فواتح الرحموت، ج2 ص157۔ 161، قواعد في علوم الحدیث، ص125۔126۔

[20] ابو داود سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو ازدی سجِستانی (متوفی: 275ھ)، سنن ابی داود، محقق: محمد محی الدین عبد الحمید، المکتبۃ العصریۃ، صیدا بیروت، باب الرخصۃ فی ذلک، حدیث نمبر ۱۸۲، ج۱ ص۴۶۔

[21] امام مالک، مالک بن انس بن مالک بن عامر اصبحی مدنی (متوفی: 179ھ) موطا الامام مالک، تصحیح و تخریج: محمد فواد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربي، بیروت–لبنان، سن اشاعت 1406ھ – 1985م، باب الوضوء من مس الفرج، حدیث نمبر ۵۸، ج۱ ص۴۲۔

[22] ائمہ احناف نے اس شرط کی تشریط پر اتفاق کیا ہے۔ الفصول فی الاصول، ج 3 ص 203، التجرید، ج ا ص 274، تقویم الادلۃ، ص 202-203، کنزالوصول، ص ۱۹۳، اصول سرخسي، ج2 ص5، میزان الاصول فی نتائج العقول، ص444، بدیع النظام ص176۔

[23] منہج الحنفیۃ في نقد الحدیث، ص313۔

[24] شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۲۲۵۔

[25] عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد جوینی، ابو المعالی، رکن الدین، امام الحرمین (متوفی: 478ھ)، البرهان فی اصول الفقه، محقق: صلاح بن محمد بن عویضۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، اشاعت اول 1418ھ – 1997م، ج1 ص 162۔ علي بن اسماعیل ابیاری (متوفی 616ھ)، التحقیق والبیان في شرح البرهان فی اصول الفقه، محقق: علی بن عبد الرحمن بسام جزائری، دار الضیاء کویت، اشاعت اول، 1434ھ – 2013م، ج2 ص269۔ فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی (متوفی: 606ھ)، المعالم فی اصول الفقه، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود، علی محمد معوض، دار عالم المعرفۃ مؤسسۃ المختار القاہرۃ، اشاعت: 1994م۔ 1414ھ، ص151، منہج الحنفیۃ في نقد الحدیث، ص314۔

[26] البرهان فی اصول الفقه، ج1 ص162۔

[27] التحقیق والبیان فی شرح البرهان فی اصول الفقه، ج2 ص269۔

[28] الفقیہ والمتفقہ، بَابُ الْقَوْلِ فِي الصَّحَابِيِّ يَرْوِي حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَعْمَلُ بِخِلَافِهِ، ج1 ص370۔

[29] ابن قیم الجوزی، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزی (متوفی: 751ھ)، اعلام الموقعین عن رب العالمین، تحقیق: محمد عبد السلام ابراہیم، دار الکتب العلمیۃ بیروت، اشاعت اول، 1411ھ – 1991م، ج3 ص38

[30] منہج الحنفیۃ فی نقد الحدیث، ص314۔

[31] صحیح مسلم، بَابُ حُكْمِ وُلُوغِ الْكَلْبِ، حدیث نمبر: 279، ج1 ص234، صحیح بخاري، بَابُ المَاءِ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ شَعَرُ الإِنْسَانِ، حدیث نمبر: 172، ج1 ص45۔

[32] علی بن عمر بن احمد بن مهدی بن مسعود بن نعمان بن دینار، ابو الحسن، بغدادی دار قطنی (متوفی: 385ھ)، سنن دار قطنی، تحقیق: شعیب الارنوط، حسن عبد المنعم شلبی، عبد اللطیف حرز اللہ، احمد برھوم، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان، اشاعت اول، 1424ھ – 2004م، بَابُ وُلُوغِ الْكَلْبِ فِي الْإِنَاءِ، حدیث نمبر: 196، ج1 ص109۔

[33] شمس الدین علائی، صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ دمشقی علائی (المتوفی: 761ھ)، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، محقق: حمدی عبد المجید سلفی، عالم الکتب بیروت، اشاعت دوم، 1407 – 1986، ص۔

[34] امام شوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ شوکانی یمنی (متوفی: 1250ھ) ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، محقق: الشیخ أحمد عزو عنایۃ، دمشق-کفربطنا، دار الکتاب العربی، اشاعت اول 1419ھ – 1999م، ج۱ ص۱۸۱۔

[35] ظفر احمد عثمانی تھانوی، قواعد فی علوم الحدیث، دار القلم بیروت، اشاعت سوم ۱۳۹۲ - ۱۹۷۲، ص ۲۱۵۔

[36] تہذیب اللغۃ، ج۱۱ ص۴۹۲، جوہری الصحاح، ج۳ ص۱۳۹۔

[37] نزہۃ النظر، ص۶۹۔

[38] اصول سرخسی، ج۱ص۳۴۸۔

[39] یہ تقسیم شیوخ ثلاثہ دبوسی، بزدوی اور سرخسی کے نزدیک ہے دیکھیے: التقویم ص۱۸۷، کنزالوصول ص۱۶۵، اصول سرخسی، ج۱ص۳۴۸۔

[40] کنزالوصول، ص۱۶۵ - ۱۶۶۔

[41] دراسات فی اصول الحدیث ص۱۴۶۔

[42] عبد اللہ بن یوسف الجدیع، تحریر علوم الحدیث، مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت-لبنان، اشاعت اول، 1424ھ - 2003م، ج۱ص۲۶۱۔

[43] التحریر، ص۳۱۴، فواتح الرحموت، ج۲ص۱۷۶۔

[44] کشف الاسرار للبخاري، ج3 ص59، جامع الاسرار، ج3 ص765، الإحکام للآمدی، ج2 ص106 ۔ مذکورہ کتابوں کے مصنفین نے اس حکم پر اجماع نقل کیا ہے لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ سمعانی نے "قواطع الادلۃ" میں اور ابن سبکی نے "جمع الجوامع" میں ایسے راوی کی حدیث کو قبول کیا کہ مروی عنہ جس کی تکذیب جازم کردے۔ منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن احمد، ابو المظفر، مروزی سمعانی تمیمی حنفی شافعی (متوفی:489ھ)، قواطع الادلۃ فی الاصول، محقق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل شافعی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، اشاعت اول، 1418ھ/1999م، ج1ص 355۔ تاج الدین عبد الوھاب بن علی سبکی (متوفی: 771ھ)، جمع الجوامع فی اصول الفقہ، تعلیق: عبد المنعم خلیل ابراہیم، دار الکتب العلمیۃ بیروت، اشاعت دوم 2003م۔ 1424ھ، ص67۔

[45] سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث، أبو الوليد، التجيبي القرطبي الباجي الأندلسي (المتوفى:474ھ)، الإشارة في أصول الفقه، المحقق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة: الأولى، 1424ھ - 2003م، ص67، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى:505ھ)، المستصفى، تحقيق: محمد عبد السلام عبد الشافي، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1413ھ - 1993م، ص132، عبد الكريم بن علي بن محمد النملة، الْمُهَذَّبُ فِي عِلْمِ أُصُولِ الفِقْهِ الْمُقَارَنِ (تحريرٌ لمسائِلِه ودراستها دراسةً نظريَّةً تطبيقيَّةً)، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى:1420ھ - 1999م، ج2ص784، معرفة أنواع علوم الحديث، ص116۔

[46] کشف الاسرار، ج3ص60، الفصول في الأصول، ج3ص183۔ 185، اصول سرخسی، ج2ص4-3۔

[47] اصول سرخسي، ج2ص5۔

[48] بدیع النظام، ج1ص362، تیسیر التحریر، ج3ص107۔ 108، دراسات في اصول الحدیث، ص370۔

[49] اصول سرخسي، ج2ص4۔

[50] تقويم الأدلة في أصول الفقه، ص 202 ۔ مبارک بن محمد ابن الاثیر جزری (متوفی: 606ھ)، جامع الاصول فی احادیث الرسول، تحقیق: عبد القادر الارناؤوط، مکتبۃ الحلواني، الطبعۃ 1389ھ۔ 1969م، ج1ص89۔

[51] ابو داود، سلیمان بن الأشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو، ابو داود، سِجِسْتانی (متوفی:275ھ)، سنن ابی داود، محقق: محمد محی الدین عبد الحمید، المکتبۃ العصریۃ، صیدا بیروت، بَابُ الْقَضَاءِ بِالْيَمِينِ وَالشَّاهِدِ، حدیث نمبر:3610، ج3ص309۔

**مصادر و مراجع**


- ابن حجر، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر ابو الفضل عسقلانی (متوفی:۸۵۲ھ)، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، محقق: عبد اللہ بن ضیف اللہ الرحیلي، مطبعۃ سفیر ریاض، اشاعت اول، ۱۴۲۲ھ
- ابن قیم الجوزی، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزی (متوفی:751ھ)، اعلام الموقعین عن رب العالمین، تحقیق: محمد عبد السلام ابراہیم، دار الکتب العلمیۃ بیروت، اشاعت اول، 1411ھ - 1991م

- ابو احمد بن عدی جرجانی (متوفی: 365ھ)، الکامل فی ضعفاء الرجال، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود - علی محمد معوض، دار الکتب العلمیۃ بیروت اشاعت اول، 1418ھ 1997م،
- أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505ھ)، المستصفى، تحقيق: محمد عبد السلام عبد الشافي، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1413ھ - 1993م
- ابو داود، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی سجستانی (متوفی: 275ھ)، المراسیل، تحقیق: شعیب الأرناؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ - بیروت، اشاعت اول، 1408ھ
- ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد شیبانی (متوفی: 189ھ)، الحجۃ علی اھل المدینۃ، تحقیق: مہدی حسن گیلانی قادری، عالم الکتب بیروت، اشاعت سوم، ۱۴۰۳ھ
- احمد بن عمر بن سالم بن احمد بن عبود ابو عمر بازمول سلفی مکی رحابی، المقترب في بيان المضطرب، دار ابن حزم للطباعۃ والنشر، اشاعت اول،، 1422ھ/2001م
- امیر صنعانی، محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد حسنی، کحلانی ابو ابراھیم، عز الدین، (متوفی: 1182ھ)، توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الانظار، محقق: ابو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عویضۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، اشاعت اول 1417ھ/1997م
- بدر الدین زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بھادر زرکشی (متوفی: 794ھ)، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتبی، اشاعت اول، 1414ھ - 1994م
- بزدوی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی (متوفی: ۴۸۲ھ)، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی
- تاج الدین عبد الوھاب بن علی سبکی (متوفی: 771ھ)، جمع الجوامع فی اصول الفقہ، تعلیق: عبد المنعم خلیل ابراھیم، دار الکتب العلمیۃ بیروت، اشاعت دوم 2003م۔ 1424ھ
- خبازی، عمر بن محمد بن عمر جلال الدین ابو محمد خبازی (متوفی: ۶۹۱ھ)، المغنی فی اصول الفقہ، تحقیق: ڈاکٹر محمد مظہر بقا، جامعۃ ام القری مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی سعودی عرب، اشاعت اول ۱۴۰۳ھ
- دبوسی، عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ ابو زید دبوسی حنفی (متوفی: ۴۳۰ھ)، تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، اشاعت اول ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱م، ص ۸۴۔
- رفعت بن فوزی عبد المطلب، توثیق السنۃ فی القرن الثانی الھجری اسسہ واتجاھاتہ، مکتبۃ الخانجی مصر، اشاعت اول، ص ۲۱
- سرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ سرخسی (متوفی: ۴۸۳ھ)، اصول سرخسی، دار المعرفۃ بیروت
- سخاوي، شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد (متوفی: 902ھ)، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی، محقق: علی حسین علی، مکتبۃ السنۃ مصر، اشاعت اول، 1424ھ / 2003م
- سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث، أبو الوليد، التجيبي القرطبي الباجي الأندلسي (المتوفى: 474ھ)، الإشارة في أصول الفقه، المحقق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل، دار الكتب العلمية، بيروت، اشاعت اول، 1424ھ - 2003م
- شبیر احمد عثمانی، موسوعۃ فتح الملھم بشرح صحیح الامام مسلم بن حجاج قشیری، تعلیقات: مفتی محمد رفیع عثمانی، تخریج وترقیم: نور البشر بن نور الحق، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان، اشاعت اول، ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۶م
- شمس الدین علائی، صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ دمشقی علائی (المتوفی: 761ھ)، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، محقق: حمدی عبد المجید سلفی، عالم الکتب بیروت، اشاعت دوم، 1407 - 1986
- شوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ شوکانی یمنی (متوفی: 1250ھ) ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الأصول، محقق: الشیخ أحمد عزو عنایۃ، دمشق - کفر بطنا، دار الکتاب العربی، اشاعت اول 1419ھ - 1999م

- ظفر احمد عثمانی تھانوی، قواعد فی علوم الحدیث، دار القلم بیروت، اشاعت سوم ۱۳۹۲ - ۱۹۷۲
- عبد الكريم بن علي بن محمد النملة، المُهَذَّبُ فِي عِلْمِ أُصُولِ الفِقْهِ المُقَارَنِ مكتبة الرشد-الرياض، اشاعت اول1420ھ- 1999م
- عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد جويني، ابو المعالی، رکن الدین، امام الحرمین (متوفی: 478ھ)، البرھان فی اصول الفقہ، محقق: صلاح بن محمد بن عويضة، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، اشاعت اول1418ھ- 1997م
- عبد اللہ بن یوسف الجدیع، تحریر علوم الحدیث، مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت-لبنان، اشاعت اول،1424ھ - 2003م
- علي بن اسماعیل ابیاری (متوفی 616ھ)، التحقيق والبيان في شرح البرھان فی اصول الفقہ، محقق: علی بن عبد الرحمن بسام جزائری، دار الضیاء کویت، اشاعت اول،1434ھ- 2013م
- علاء الدین سمرقندی، علاء الدین شمس النظر ابو بکر محمد بن احمد سمرقندی (متوفی: ۵۳۹ھ) ، میزان الاصول فی نتائج العقول، تحقیق وتعلیق: ڈاکٹر محمد زکی عبد البر، الدوحۃ الحدیثۃ، قطر، اشاعت اول، ۱۴۰۴ھ- ۱۹۸۴م
- علی بن عمر بن احمد بن مھدی بن مسعود بن نعمان بن دینار، ابو الحسن، بغدادی دار قطنی (متوفی: 385ھ) ، سنن دار قطنی، تحقیق: شعیب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبی، عبد اللطیف حرز اللہ، احمد برھوم، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان، اشاعت اول،1424 ھ- 2004م
- ظفر احمد عثمانی تھانوی، قواعد فی علوم الحدیث، دار القلم بیروت، اشاعت سوم ۱۳۹۲ - ۱۹۷۲، ص ۱۳۸ - ۱۳۹
- فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی (متوفی: 606ھ)، المعالم فی اصول الفقہ، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود، علی محمد معوض، دار عالم المعرفۃ مؤسسۃ المختار القاھرۃ، اشاعت: 1994م 1414ھ
- امام مالک، مالک بن انس بن مالک بن عامر اصبحی مدنی (متوفی: 179ھ) موطا الامام مالک، تصحیح و تخریج: محمد فؤاد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربي، بیروت-لبنان، سن اشاعت 1406 ھ - 1985م
- نووی، محی الدین یحییٰ بن شرف، ابوزکریا، نووی (متوفی: ۶۷۶ھ) ، المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار احیاء التراث العربی بیروت، اشاعت دوم، ۱۳۹۲ھ
- محمد بن محمد بن عبد الرزاق حسینی، ابو الفیض، مرتضی، زبیدی (متوفی: ۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الھدایۃ، ج۲۶ ص ۴۵۱
- منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن احمد، ابو المظفر، مروزی سمعانی تمیمی حنفی شافعی (متوفی: 489ھ)، قواطع الادلۃ فی الاصول، محقق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل شافعی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، اشاعت اول،1418ھ/1999م
- مبارک بن محمد ابن الاثیر جزری (متوفی: 606ھ)، جامع الاصول فی احادیث الرسول، تحقیق: عبد القادر الارناؤوط، مكتبة الحلواني، الطبعة 1389 ھ۔ 1969م،